شاہد تسنیم ایم اے

تحریکِ قادیانیت اور عالمی صیہونیت

دور جدید کے محققین تحریک قادیانیت کی کڑیاں عالمی صیہونی تحریک سے ملانے میں کوشاں ہیں۔ ان دونوں تحریکوں کا زمانہ ہیئت اور طریق ایک ہی ہے۔ صیہونی تحریک کی ابتداء انیسویں صدی کے وسط میں پڑ چکی تھی اور اس کو آخری شکل ۱۸۹۵ء میں بیسل (سوئیٹرز لینڈ) میں دی گئی۔ اس تحریک کا روح رواں تھیوڈر ہرزل تھا۔ ڈاکٹر ہرزل نے اس ریاست کے قیام کے لیے سلطان ترکی اور جرمنی کو آمادہ کرنا چاہا جس سے اسے ناکامی ہوئی۔ اس کے بعد اس نے حکومتِ برطانیہ کی وساطت سے اپنے مقصد کو حاصل کرنا چاہا اور اس غرض کے لیے اس نے سب سے پہلے بین الاقوامی رائے عامہ کو ہموار کرنا شروع کیا اور یہودی سلطنت کے قیام کے لیے[۱] غیر یہود عوام کی ہمدردیاں حاصل کرنے کی تحریک چلائی، اور عیسائیت اور اسلام کے خلاف ایک محاذ تیار کیا۔ مذہبی سطح پر قادیانیت کے متعلق جو رائے علامہ محمد اقبالؒ نے پیش کی ہے وہ حرفِ آخر کی حیثیت رکھتی ہے۔

فرماتے ہیں:۔

---

[۱] انسائیکلوپیڈیا برٹینکا۔ زیر لفظ صیہونیت (زیونزم)

[۲] ایضاً

"میرے نزدیک ——— بہائیت قادیانیت سے کہیں زیادہ مخلص ہے۔ کیوں کہ وہ کھلے طور پر اسلام سے باغی ہے جب کہ موخرالذکر اسلام کی چند اہم صورتوں کو ظاہری طور پر قائم رکھتی ہے لیکن باطنی طور پر اسلام کی روح اور مقاصد کے لیے مہلک ہے اس کا حاسد خدا کا تصور کہ جس کے پاس دشمنوں کے لیے لاتعداد زلزلے اور بیماریاں ہوں اس کا نبی کے متعلق نجومی کا تخیل اور روح مسیح کے تسلسل کا عقیدہ وغیرہ یہ تمام چیزیں اپنے اندر یہودیت کے اتنے عناصر رکھتی ہیں کہ گویا یہ تحریک ہی یہودیت کی طرف رجوع ہے۔" [1]

مصر کے مشہور عالم عباس محمود العقاد، الشیخ محمد ابو زہرہ، الشیخ محب الدین الخطیب اور الشیخ محمد المدنی نے جہاں اس قادیانی فرقے کا تنقیدی جائزہ لیتے ہوئے اس کے بین الاقوامی پس منظر پر سے پردہ اٹھایا ہے وہاں ایک ممتاز مراکشی ریسرچ اسکالر ڈاکٹر عبدالکریم غلاب نے یہودی ریشہ دوانیوں پر تحقیق کرتے ہوئے انکشاف کیا کہ:۔

"قادیانیوں کے عقائد اٹھارویں صدی کے ان یہودی مستشرقین کی پیداوار ہیں جنہوں نے جہاد کو حرام قرار دینے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگایا۔" [2]

قادیانیت کے عالمی صیہونیت سے ڈانڈے ملاتے ہوئے فاضل مصنف سہیل (بیروت) تحریر فرماتے ہیں:۔

"ڈاکٹر غلاب نے جس کتاب کا حوالہ اپنے گراں قدر مقالے میں دیا وہ اتفاق سے میری ذاتی لائبریری میں نکل آئی۔ دیکھنے پر معلوم ہوا کہ نہ صرف ڈاکٹر غلاب کی بات سو فیصد درست ہے بلکہ اس کتاب سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اٹھارویں صدی کے اوائل میں مناظرہ کرنے کے بھیس میں دو تین یہودی ہندوستان بھی گئے

---

[1] حرف اقبال، مولفہ لطیف احمد شیروانی ایم۔ اے ص ۱۱۵

[2] ماخوذ از چٹان ۹ر فروری ۱۹۷۰ء، جلد نمبر ۲۳، شمارہ نمبر ۶

تھے:" [1]

"اس سلسلے میں سترویں اور اٹھارویں صدی کے مستشرقین نے سنت، نبوت جہاد، وحی وغیرہ پر جو تحقیقی بددیانتیاں کی ہیں۔ اس کا مطالعہ بڑا عبرت ناک ہے۔ ان تحقیقی شہ پاروں میں اکثریت مستشرقین کے زرخیز دماغ کا نتیجہ ہیں۔ اسس سلسلے میں دارالمعارف مصر نے تین جلدوں میں مستشرقین کے علیہ وما علیہ پر مبسوط سلسلہ شروع کیا ہے۔" [2]

ان حقائق کی روشنی میں یہ بات واضح ہوتی ہے کہ قادیانیت، عالمی صیہونیت تحریک کی ایک شاخ ہے۔ اس ذیل میں مرزا غلام احمد قادیانی کے دعوئے مسیحیت موعودہ کو زیرِ نظر لایا جاتا ہے۔ جب کہ مرزا غلام احمد نے مثیل علیسے ہونے کا دعوے کیا ہے [3] اور یہ اسلامی تصور نہیں بلکہ یہودی تصور ہے۔ اور اس تصور کی بنیاد پر صیہونی پروپگنڈا کیا جاتا رہا۔ اس کی تشریح کے لیے ہمیں جھوٹے مسیح موعودوں کی تاریخ پر ایک نظر ڈالنی پڑے گی تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ یہودی تخریب کار کن کن طریقوں اور چور دروازوں سے گھس کر ملت اسلامیہ کے ساتھ غداری کرتے رہے۔

- صیہونی تحریک کے تار و پود برطانیہ میں تیار کیے گئے۔
- اس تحریک کو اینگلو اسرائیلزم یا برٹش اسرائیلزم کہا جاتا ہے۔ [4]
- اس تحریک کی بنیاد الہاموں اور پیش گوئیوں پر رکھی گئی تھی۔
- ۱۷۹۴ء ۱۸۲۲ء میں رچرڈ برادرس نے "ایام اور پیش گوئیوں کے متعلق علم وحی" اور اس قسم کی ۱۵ کتب تصنیف کیں۔ مسیح موعود ہونے کا دعوے کیا اور اسرائیل کے دس قبائل

---

[1] ملاحظہ ہو سنابت الصیہونیت ق، توفیق، مطبوعہ بیروت ۱۹۳۱ء، جلد اول باب دوم صفحہ ۲۳

[2] ایضاً

[3] ازالہ اوہام مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی

[4] انسائیکلوپیڈیا آف ریلیجن اینڈ ایتھکس زیر لفظ اینگلو اسرائیلزم

کی نام نہاد گم شدگی (جو ۷۲۱ ق م میں وقوع پذیر ہوئی تھی) کا ڈھنڈورا پیٹ کر ———
یہود کی مظلومیت اور ان کی جلاوطنی کا رونا رویا اور مختلف اقوام کو یہود کی اولاد قرار دیا

○ ۱۸۴۰ء میں جان ولسن اور ۱۸۷۱ء میں ایف آر۔ اے گلوور نے ایسے دعوے، اور تصانیف پیش کر کے برطانیہ اور امریکہ کے عوام کو یہود کے ساتھ ہمدردی کے لیے اکسایا[1]

○ اس سے قبل جیمز نائیلر نے مسیح موعود کا دعوے کیا۔ اس کی زبان کو داغ دیا گیا۔

○ ایک یہودی عورت جون ساوتھ کوٹ نے بھی بروز مریم کا دعوے کیا اور اعلان کیا کہ وہ مکالمہ و مخاطبہ الہیہ سے مشرف ہے اور یہ بھی کہا کہ اس کے بطن سے ایک مسیح موعود پیدا ہوگا۔ اس کے جنگوں، فصلوں کی تباہی اور موسموں کے تغیرات کے بارے میں پیش گوئیاں کیں اور اپنے دعوے کے ثبوت میں تائید سماوی کا ذکر کیا۔ اس کے حلقۂ اثر میں بہت سے لوگ آگئے جو اسے نبیہ مانتے۔ اس لیے اس کو ایک سلسلہ کی بنیاد رکھنی پڑی۔ اس کے بعد اس نے دنیا کے دور دراز علاقوں میں اپنے مشن قائم کیے۔ اس نے ایک دلچسپ پیش گوئی یہ کی کہ وہ اپنے ۶۵ ویں سال میں روحانی حمل سے بچہ جنے گی۔ لیکن ۱۸۱۴ء میں خود ہی تشریف لے گئیں اور مریدوں کو بچے کا انتظار ہی رہا[2]

○ یہ فرقہ ابھی تک برطانیہ میں قائم ہے۔

○ ۱۸۳۱ء میں جان نکلسن ٹام نے دعوےٰ کیا کہ وہ مسیح موعود ہے۔ مالٹا کا شہزادہ ہے، یروشلم کا بادشاہ اور شہزادۂ عرب ہے۔

○ ۱۸۹۱ء میں جب کہ ہندوستان میں مرزا غلام احمد قادیانی یہ دعوےٰ کر چکے تھے کہ وہ مسیح موعود ہیں، اس وقت برطانیہ میں ہنری جیمز لسن بھی دعوے دار موجود تھا۔[3] اس کی وفات ۱۸۹۹ء میں ہوئی اور اس کی جگہ ایک اور مسیح موعود نے لی جس کا نام سلوٹ پگٹ تھا[3]

---

[1] برٹش انسائیکلو پیڈیا زیر لفظ برٹش اسرائیلزم

[2] [3] ایضاً۔

اسکاذکر مرزا غلام احمد نے اپنی کتاب اعجاز احمدی میں کیا ہے۔

ان تمام مسیح موعودوں کا بنیادی مقصد تخریب کاری اور یہودی کاز کی حمایت تھا اور اسی سلسلے کی ایک کڑی مرزا صاحب بھی تھے۔

ایک اور دلچسپ امر یہ ہے کہ یہودی مصنفین نے اپنا تمام زور اس بات پر صرف کیا کہ وہ یہودیوں کی ۷۲۱ ق م میں جلا وطنی اور گم شدگی ثابت کر کے اسرائیل کے قیام کے لیے راہ ہموار کریں۔[1]

ان کے اسی پروپیگنڈا کی ہندوستان میں قادیانیوں نے تشہیر کی اور کشمیر میں یوزآصف کی قبر کا ڈھکوسلا کھڑا کیا۔ یہ نظریہ اس لیے وضع کیا گیا کہ عالمی صیہونی تحریک کے اس پروپیگنڈا کو ہوا دی جائے کہ یہودی دنیا میں بکھر کر اپنا وجود کھو رہے ہیں اور اس طرح ان کے لیے ہمدردیاں حاصل کی جائیں۔ مرزا صاحب نے دس قبائل کو ہندوستان میں جلا وطن ہو کر آنے والا بتایا اور کشمیریوں اور افغانوں کو یہودی الاصل ثابت کرنے کے لیے تاریخی حقائق کو مسخ کیا۔ ان کی کتاب رازِ حقیقت، مسیح ہندوستان میں، ست بچن، ایام صلح اس بات کے بین ثبوت ہیں۔ ان کے مریدوں میں سے شیر علی، مفتی محمد صادق (مصنف قبر مسیح) اور لاہوری مرزائی خواجہ نذیر احمد کی تصانیف قابل ذکر ہیں۔

قادیانی ہندوستان میں یہودیوں کی گم شدگی کا جو مواد شائع کرتے اسے یہودی پرچے یورپ میں چھاپتے اور جب وہ قبر مسیح کا شوشہ چھوڑتے تو عیسائی دنیا کی نظریں ایک دم اس مسئلے کی طرف مبذول ہو جاتیں۔ دراصل قبر مسیح صیہونی پروپیگنڈے کے لیے ایک آڑ تھی۔ یہودی اور یہود نواز عیسائی پرچوں کی تحقیقات قادیانی پرچے ریویو آف ریلیجنز میں شائع ہوتیں۔[2] اس طرح مشرق و مغرب کے یہودی صیہونی عزائم کی تکمیل میں مصروف رہتے۔ ہندوستانی اقوام کو یہودی ثابت کرنے اور صیہونی مقاصد پورے کرنے میں پوری

---

[1] ریلیجن اینڈ ایتھکس زیر لفظ اینگلو اسرائیلزم

[2] ریویو مارچ ۱۹۰۶ صفحہ ۱۱۴

جماعت کوشاں رہی۔

ان کے اس پروپیگنڈے کی وجہ سے صیہونیوں کو یہ کہنے کا موقع ملتا رہا کہ یہود دنیا کے اقوام میں مدغم ہو چکے ہیں۔ انہوں نے جلاوطنی میں اپنا سب کچھ ضائع کر دیا ہے۔ اس لیے بچے ہوئے یہود کے ساتھ عیسائی دنیا کو ہمدردی کرنی چاہیے اور ان کی فلسطین میں ریاست کے قیام میں معاونت کرنی چاہیے۔

قادیانیت کے عالمی صیہونی تحریک کے ساتھ روابط کا ایک اور ثبوت دیا جا سکتا ہے۔ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ برطانیہ نے ۱۹۰۳ء میں یوگنڈا اسکیم کے تحت یہودیوں کو افریقہ میں چھ ہزار مربع میل علاقہ دینے کا وعدہ کیا لیکن صیہونی لیڈروں نے اس سکیم کو ٹھکرا دیا اور نہایت شدت سے اس کی مخالفت کی اور فلسطین کو ہی اپنانے پر مصر رہے۔[1] یوگنڈا کی پیش کش کے معاملہ میں صیہونی لیڈروں کے دو گروہ ہو گئے۔

جنہوں نے اس سکیم کو قبول کیا وہ قلیل گروپ تھا۔ انہوں نے "علاقائی تحریک" کی بنیاد رکھی۔[2] اس تحریک کا رہنما برطانوی ادیب اسرائیل زینگول تھا۔ اس کے بعض افراد نے یہودی تنظیم "آئی۔ ٹی او" کے ذریعے کینیڈا، عراق اور انگولا میں یہودی حکومت کے قیام کو رد کر دیا تھا۔ ۱۹۰۵ء میں تھیوڈر ہرزل کی وفات کے بعد ٹولو واربرگ نے اسرائیل کے فلسطین میں قیام کی تحریک چلائی اور باقی ممالک میں اس کے قیام کی پرزور مخالفت کی۔[3]

امریکہ میں صیہونی مفادات کا جان الیگزنڈر ڈوئی نامی شخص نے تحفظ کیا۔ اس نے امریکی یہودیوں کی معاونت سے امریکہ کے ایک علاقہ شکاگو میں مشی گن کے کنارے صیہون بنانے کا اعلان کیا اور زمین خریدنی شروع کر دی۔ ڈوئی نے کیتھولک اپاسٹیٹ چرچ میں صیہونیت کی بنیاد رکھی۔ یہ شخص سڈنی میں کانگریشنل منسٹر تھا اور روحانی معالج ہونے کا دعوے دار تھا۔[4] ۱۹۰۶ء میں اس نے ایلیاس ثانی ہونے کا دعوٰے کیا۔ اپنے رسالے

---

[1] انسائیکلو پیڈیا برٹینیکا ——— زیونزم

[2] شاید قادیانی افریقہ میں اسی لیے کروڑوں روپے صرف کر رہے ہیں کہ اسے قادیانی سٹیٹ بنایا جائے۔

[3] برٹینیکا زیونزم [4]

انڈی پنڈنٹ میں لکھتا ہے:۔

پہلا ایلیاہ نبی تھا۔ دوسرا ایلیا یعنی زکریا کا بیٹا آسمانی طور پر ایک مبشر تھا اور تیسرا ایلیاہ (ڈوئی) نبی بھی ہے۔ مبشر بھی اور بادشاہ بھی [1]

یہودی مفادات کے پیش نظر مرزا غلام احمد نے کالے کوسوں دور بیٹھے اس شخص کو للکارا اور اپنے الہامات اور پیش گوئیوں کے ذریعے اس کے اس منصوبے کو ناکام بنانے کے درپے ہو گئے۔ حیران کن بات یہ ہے کہ انہوں نے برطانوی مسیح موعود پگٹ کے خلاف اتنی زہر افشانی نہیں کی حالانکہ اس کے دعاوی کچھ کم نہ تھے۔ اصل وجہ یہ تھی کہ پگٹ صیہونی تحریک کی راہ میں مزاحم نہ تھا۔ ڈوئی صیہونی منصوبے کو ذاتی غرض کے لیے استعمال کر رہا تھا اور اس سے یہودی کاز کو سخت نقصان پہنچ رہا تھا۔ اور ضرورت اس امر کی تھی کہ اس کے منصوبے کو ناکام کیا جائے۔ مرزا صاحب نے اس کو اشتہار پر اشتہار دیے۔ اور مقابلہ کے لیے بلایا امریکہ کے اخباروں نے ذاتی اغراض اور سیاسی مقاصد کے لیے اس مسئلے کو اچھالا اور پنجابی مسیح موعود کو امریکی (ایلیاہ) سے بھڑانے کے لیے ہر حربہ استعمال کیا۔ اس کی دلچسپ تفصیلات مرزا غلام احمد کی کتاب حقیقت الوحی میں ملتی ہیں۔ اس میں انہوں نے تمام امریکی اخبارات کے نام درج کیے ہیں۔ جنہوں نے مرزا صاحب کے مقابلہ کا اشتہار شائع کیا۔ ایک طرف مرزا صاحب ڈوئی کے صیہون کے درپے تھے تو دوسری طرف ان کا آرگن ریویو آف ریلیجنز وہ خطوط چھاپنے کا فریضہ ادا کر رہا تھا جو ان یہودیوں کی طرف سے یورپ کے پرچوں میں شائع ہوتے اور ان میں صیہون سے بیزاری کا رونا رویا جاتا۔ ذیل میں ہم نمونے کے طور پر دو خط نقل کرتے ہیں [2]

"نیوزی لینڈ کے ایک پرچے میں ایک عورت کی چٹھی ذیل کے مضمون کی چھپی ہے:۔

میں شہر صیہون سے بہت مایوس ہو گئی ہوں۔ یہ ایک نہایت مفلس شہر ہے

---

[1] الفضل ربوہ مسیح موعود نمبر ۱۹۶۵ ص ۸

[2] ریویو آف ریلیجنز ماہ دسمبر ۱۹۰۵ء مطبع قادیان

کل چھ کارخانے بھی نہیں اور میں تم کو مشورہ دیتی ہوں کہ اس جگہ ہرگز نہ آؤ۔
اور جلتوں کو چاہو یہ بات سنا دو۔ جس سرعت سے لوگ شہر میں داخل ہوتے
ہیں اسی سرعت سے نکلتے بھی جاتے ہیں۔"
اخبار سٹار کے ایک نامہ نگار نے لکھا:

"نیوزی لینڈ صیہون کے مقابلے میں ایک بہشت ہے۔ کہتے ہیں کہ ڈوئی کو شہر صیہون کے چھوڑنے کا نوٹس مل گیا ہے۔ مگر خواہ یہ بات سچ ہو یا جھوٹ، وہ میکسیکو میں جگہ ضرور تلاش کر رہا ہے۔ اس غرض کے لیے اسے تقریباً ۴ کروڑ روپیہ چاہیے۔ ۲½ کروڑ نئے شہر کے لیے اور ڈیڑھ کروڑ کے قریب موجودہ تجارتی مشکلات سے نکلنے کے لیے ہے .... صیہون کی زمینوں میں بیس لاکھ سے اوپر کے رہن نامے ہیں۔ ایک عظیم الشان دھوکہ بازی ہے ...." [۱]

امریکہ میں اسرائیل کے قیام کے منصوبے کی ناکامی ڈوئی کی مفاد پرستانہ حرکات سے عمل میں آئی اور سیاسی صیہونیوں نے اس کے منصوبے کو ناکام کرنے کے ہر ممکن جتن کیے۔ ہم مرزا صاحب کی سامراجی معاونت کو بھی قبول کرتے ہیں۔ انہوں نے سیاسی صیہونیوں سے بھرپور تعاون کیا۔ اس کے علاوہ سیاسی سطح پر اور بہت سے ایسے رد البلا ملتے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ برطانوی سامراج کی خود کاشتہ تحریک نے استعماری مفادات خصوصاً صیہونی مقاصد کی تکمیل میں مدد دی۔ اس کی ایک باقاعدہ تاریخ ہے۔ اس وقت اسرائیل مشن کی جو کیفیت ہے۔ اس کی صحیح صورت اسرائیل سے نکلنے والے قادیانی پرچے "البشریٰ" سے لگائی جا سکتی ہے۔ کبابیر، ماونٹ کرمل، اور حیفا میں بے شمار قادیانی پائے جاتے ہیں۔ جن کے اسرائیلیوں سے بڑے اچھے مراسم ہیں۔ ابتدا میں مفتی محمد صادق اور مولوی ابوالعطار جالندھری نے اسرائیل میں قادیانی مفادات کا تحفظ کیا اور وہاں جماعتیں

---

[۱] ریویو آف ریلیجنز ماہ دسمبر ۱۹۰۵ - مطبع قادیان

قائم کیں۔ یہودی جو اصل مسیح کے دشمن ہیں نہ جانے کن وجوہات کی بنا پر ایک نقلی مسیح کے پیروکار بن گئے ہیں۔ ۱۹۵۷ء میں اسرائیل مشن کی صورت حال مرزا مبارک احمد قادیانی کی زبانی سنیئے :۔

"احمدیہ مشن اسرائیل کا مرکز حیفا شہر میں ماونٹ کرمل (الجبل الکرمل) پر واقع ہے جہاں جماعت کی مسجد، دارالتبلیغ، پریس، لائبریری، بک ڈپو اور سکول موجود ہیں۔ اس مشن کے زیر اہتمام ایک عربی رسالہ البشریٰ خدا تعالیٰ کے فضل سے ماہوار شائع ہو رہا ہے۔ یہ رسالہ تیس مختلف ممالک میں بھیجا جاتا ہے اور تبلیغ کا ایک بہت بڑا ذریعہ ہے۔ اس مشن کے زیر اہتمام حضرت مسیح موعود کی متعدد کتب کا عربی میں ترجمہ کروایا جا چکا ہے۔ اس وقت فلسطین میں جو چند مسلمان باقی ہیں ان کی تسلی اور ڈھارس صرف ہمارے مشن کے ذریعے ہی ہے۔ جو مسلمانوں کی بہبود اور ترقی کے لیے کوشاں ہے۔ گزشتہ دنوں ہمارے مبلغ نے حیفا کے میئر سے ملاقات کی اور مختلف مسائل پر تبادلۂ خیالات کیا۔ چنانچہ ہماری تبلیغی سرگرمیوں سے متاثر ہو کر انہوں نے کہا کہ :۔

"وہ کبابیر میں مدرسہ کی عمارت بنا کر دینے کے لیے تیار ہیں۔"

اور کہا کہ :۔

"میں کبابیر میں ملنے کے لیے آؤں گا۔"

چنانچہ بعد میں وہ تاریخ مقررہ پر چار دیگر معزز آدمیوں سمیت آئے جن میں مہندس ابلاد بھی تھا۔ اس موقع پر جماعت کے دوستوں اور مدرسہ احمدیہ کے طلبار نے معزز مہمانوں کا استقبال کیا اور ان کے اعزاز میں ایک تقریب منعقد کی۔ واپسی سے قبل میئر صاحب نے مشن کے رجسٹر میں عمدہ تاثرات کا اظہار کیا۔ ہمارے دارالتبلیغ میں ایک صحافیہ ملنے کے لیے آئی جس نے تبادلۂ خیالات کیا اور بعد میں ہمارے مبلغ مسجد اور مشن ہاؤس کی تصاویر۔ ایک اخبار میں شائع کروائیں اور جماعت کی تبلیغی ——— سرگرمیوں کا

ذکر کیا"۔[1]

آج سے ۳۶ سال قبل جب مولوی ابوالعطاء اسرائیل میں مبلغ تھے۔ اس وقت کی ایک رپورٹ ملاحظہ ہو۔

"مولانا ابوالعطاء جالندھری مبلغ حیفا ۳ رجون ۱۹۳۵ء کے ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں کہ رسالہ البشریٰ کا پانچواں نمبر پریس میں جاچکا ہے۔ اپنا پریس اللہ تعالیٰ کے فضل سے قائم ہوچکا ہے اور مسجد کبابیر کے نام ایک زمین وقف کرنے کا مقامی جماعت نے وعدہ کیا ہے جو باقاعدہ مرکز صدر انجمن کے نام رجسٹری ہوئی"۔[2]

ایک اور امر کی صراحت ضروری ہے کہ اسرائیل میں قادیانی جماعت سیاسات ہند میں پوری دلچسپی لیتی تھی۔ ۱۹۳۵ء میں احرار کی تحریک کے دوران جب قادیانی گماشتے سیاسی دباؤ میں آگئے اور ان کو بعض مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ اس وقت اسرائیل میں ان کے حق میں قراردادیں پاس ہوئی اور ان سے شدید ہمدردی دکھائی جاتی تھی۔ اس قرارداد کا متن ملاحظہ ہو۔

"ہم جماعت احمدیہ حیفا و کبابیر کے ممبران کو نہایت ہی رنج و افسوس کے ساتھ یہ معلوم ہوا ہے کہ کس طرح زمین باوجود اپنی فراخی اور وسعت کے ہندوستان

---

[1] اشاعت اسلام اور ہماری ذمہ داریاں، تقریر جلسہ سالانہ ۱۹۵۷ء مرزا مبارک احمد قادیانی، مطبع ضیاء الاسلام پریس ربوہ ص ۳ ایک خالص اسرائیلی سٹیٹ جس نے بے شمار مظلوم عربوں کو جلاوطنی کی زندگی بسر کرنے پر مجبور کر دیا ہے۔ قادیانیوں کو اتنی مراعات دینے کے لیے کیوں بے تاب ہے۔ لوگوں کا یہ خیال ہے، کہ عرب ممالک میں اسرائیلی مفادات کے لیے قادیانیوں کو استعمال کیا جاتا ہے۔ شاید اسی وجہ سے مصر میں ان کے داخلے کو ممنوع قرار دیا گیا اور شام اور دیگر عرب ممالک میں ان کے مبلغوں پر قاتلانہ حملے ہوئے۔

[2] الفضل قادیان ۱۰ر جولائی ۱۹۳۵ء جلد نمبر ۲۳ شمارہ نمبر ۸

میں ہمارے احمدی بھائیوں پر تنگ ہو گئی ہے اور کس طرح دشمنانِ سلسلہ احمدیہ ظلم و جور اور جبر و تشدد میں بڑھتے جا رہے ہیں اور پھر کس طرح حکومت برطانیہ ایسی عادل گورنمنٹ مظلوموں کو باغیوں اور دشمنوں کے پنجے اور ستم سے بچانے کی طاقت اپنے اندر نہیں رکھتی۔

ہم ان واقعات پر اپنے انتہائی رنج و افسوس کا اظہار کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے حضور متضرعانہ طور پر دعا کرتے ہیں کہ وہ اپنے خاص فضل سے جماعت احمدیہ کی تکالیف کو دور کرے اور ظالموں کو ان کے کیفر کردار تک پہنچائے لہ

پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ کبابیر
صالح عبد القادر الصعودی ،

۱۵ ربیع الثانی ۱۳۵۴ھ

اس ضمن میں ہم لاہوری مرزائیوں کے پرچے پیغام صلح سے ایک اقتباس بلا تبصرہ نقل کرتے ہیں جس سے ہمارے موقف کی تائید ہوتی ہے۔

"تمام عالم اسلام اس امر پر متفق ہے کہ فلسطین سے مسلمانوں کا اخراج اور یہودیوں کا وہاں آباد ہونا سامراجی طاقتوں کے مسلم کش پروگرام کی ایک کڑی تھی اور عرب اور اسرائیل کی حالیہ جنگ نے یہ امر بالکل واضح کر دیا ہے کہ مشرق وسطیٰ میں اسرائیل ریاست جسد اسلام میں ایک ناسور کی حیثیت رکھتی ہے گو ہمارا ایمان ہے بالآخر اسلام کی ہی فتح ہوگی اور یہود خائب و خاسر ہوں گے مگر وقتی طور پر مسلمانوں خصوصاً عربوں کو جو ناقابل تلافی نقصان اٹھانا پڑا ہے اور ایک دیر سے بھرنے والا کاری زخم آیا ہے اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔

اس حقیقت کو پیش نظر رکھتے ہوئے ہم جماعت ربوہ کے مصلح موعود، (مرزا بشیر الدین محمود خلیفہ دوم ۱۹۱۴ تا ۱۹۶۵) کے اقوال پر جب نظر کرتے ہیں تو

لہ الفضل ۱۰ اگست ۱۹۳۵

وہ فلسطین پر یہودیوں کے قبضے کو ایک الٰہی تقدیر اور خدا تعالیٰ کی برکتوں کا نمونہ قرار دیتے ہیں۔ سابق خلیفہ ربوہ (مرزا بشیر الدین) اپنی جماعت کو قادیان جلد واپس ہونے کی خوشخبری سناتے ہوئے فرماتے ہیں:

"خدا تعالیٰ کی انگلی اشارے کر رہی ہے اور میں دیکھ رہا ہوں .... مایوس نہ ہو اور خدا تعالیٰ پر توکل رکھو۔ اللہ تعالیٰ کچھ عرصہ کے اندر ایسے سامان پیدا کر دے گا آخر دیکھو یہودیوں نے تیرہ سو سال انتظار کیا اور پھر فلسطین میں آئے مگر آپ لوگوں کو تیرہ سو سال انتظار نہیں کرنا پڑے گا ممکن ہے تیرہ بھی نہ کرنا پڑے۔ ممکن ہے دس بھی نہ کرنا پڑے اور اللہ تعالیٰ اپنی برکتوں کے نمونے تمہیں دکھائے گا۔[۱]

(الفضل ۱۵ مارچ ۱۹۵۷ء)

پاکستان میں فری میسن اور قادیانیوں میں پراسرار سانگھٹ جوڑ ہے اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اسرائیل اور قادیان میں بڑا قریبی تعلق ہے۔ اس کی ایک عملی شکل اسرائیل میں قادیانی مشنری کے زیر اہتمام بے شمار اداروں کا قیام ہے۔ ان اداروں کے قیام میں اسرائیلی حکومت نے ہر طرح سے قادیانیوں کو تعاون کی پیش کش کی۔ قادیانی یہودیوں سے اپنے گہرے قلبی اور روحانی رشتوں کو لاکھ چھپائیں مگر اس امر واقعہ کا انکار کرنا ان کے بس کی بات نہیں۔

یہودی تنظیموں نے جن ملکوں میں اپنے ہمنوا اور ہمدرد تلاش کیے ہیں۔ ان میں ان کی مدد سے سازشوں کا ایک جال پھیلا دیا ہے۔ پھر ان لوگوں کو طریق کار، پروپیگنڈے اور نفوذ کے سارے گر بتائے جاتے ہیں۔ چنانچہ قادیانی قیام پاکستان سے لے کر اب تک پاکستان میں زیر زمین اور بالائے زمین جس قسم کی سیاسی اور غیر سیاسی سرگرمیوں میں مصروف رہے ہیں ان سب میں یہودی تکنیک کی جھلک موجود ہے۔

مشہور قادیانی رہنما سر ظفر اللہ نے پاکستان کے وزیر خارجہ کی حیثیت سے قادیانیوں کو ملک اور بیرون ملک میں اپنے اثرات پھیلانے کے خوب مواقع فراہم کئے۔ پاکستان کے روپے

---

[۱] پیغام صلح جلد نمبر ۵ شمارہ نمبر ۳۹، مورخہ ۱۴ اکتوبر ۱۹۶۷ء صفحہ ۲

سے میونخ میں ایک قادیانی مسجد تعمیر کروائی اور پاکستان کے اخراجات پر بیرون ملک اڈے بنانے میں مدد دی۔ پہلا مارشل لگا تو قادیانیوں کو اپنے مفادات کے تحفظ کی فکر لاحق ہوگئی چنانچہ ظفراللہ نے قادیانی تنظیم کا ایک اجلاس لندن میں بلایا جس میں تمام صورت حال پر غور کیا گیا۔ اس اجلاس میں فری میسن سے عملی تعاون کا فیصلہ کیا گیا۔ چنانچہ دونوں تنظیموں کا پہلا مشترک اجلاس ۲۷ر جولائی ۱۹۶۲ء کو امریکہ میں ہوا۔ اس اجلاس کی صدارت مشہور یہودی رہنما رہ برگ نے کی۔ اس کانفرنس میں جرمنی کے مرزائی مندوب احمد جبیب اللہ نے اپنی تقریر میں کہا:۔

"اب ہم جلد اپنا کام پورا کریں گے۔ بنی اسرائیل اور احمدیوں کے ساری دنیا پر غالب آنے کا وقت آگیا ہے .... الخ"

(اس کانفرنس کی مفصل روئیداد یہودی گزٹ ایکسچینج (۲ جولائی ۱۹۶۲ء) نے شائع کی)

یہ تو وہ واقعات ہیں جو تحریری صورت میں ہمارے سامنے آچکے ہیں۔ درونِ خانہ کیا ہو رہا ہے۔ ان خفیہ رازوں کو معلوم کرنے کے لیے وقت درکار ہے اور جوں جوں انیسویں صدی کے یورپی سامراج کے مذموم عزائم سے پردہ اٹھے گا توں توں قادیانیت کے سامراج نواز اور اسلام دشمن خطوط ابھر کر سامنے آتے چلے جائیں گے۔

تصریحات

دوسری طرف اس ڈھانچے کو وضع کرنے والی فوجی قیادت کی اس معنی خیز خاموشی نے جو اس نے عوامی لیگ کے اس ضد و اصرار آمیز رویے پر اختیار کر رکھی ہے ــــ آج اس بات کی ضرورت ہے کہ شیخ مجیب الرحمٰن اور ان کے ساتھیوں پر یہ واضح کر دیا جائے کہ وہ آئینی ڈھانچے کے برعکس آئین صدر کی منظوری کے لیے پیش کر کے ملک کو سنگین تر بحران کی نذر کرنے سے پہلے ہی حالات کی نزاکت کا احساس کریں اور چھ نکات پر اس طرح اصرار نہ کریں گویا وہ وحیِ الٰہی کا کوئی حصہ ہیں اور ان کے بغیر "بنگلہ دیش" کی نجات ممکن نہیں ہے۔ اگر ایسا نہ ہوا تو اس ملک کو ایک ایسے خوفناک انتشار کا سامنا کرنا ہوگا جس پر قابو پانا کسی کے بس کا روگ نہ ہوگا۔

(ہفت روزہ ایشیا لاہور جلد نمبر ۲۰ شمارہ نمبر ۱۳ جنوری ۱۹۷۱ء)